شخصیت

تذکرہ صاحبِ ''فوائدِ مکیہ''

استاذ القراء مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ

بقلم: مولانا قاری احمد اللہ قاسمی

قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لیا ہے۔ اس حفاظت کے ظاہری اسباب کے درجے میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افراد کو اس بات کی توفیق بخشی ہے کہ ان کے سینوں کو اس کا مخزن بنادیا ہے۔ اس کتاب ہدایت کی عربیت، لغت، تفسیر، تاویل، تجوید، لحن، طرزِ ادا...... سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں رجال پیدا فرمائے ہیں۔ انہی 'رجال' میں سے ایک سند القراء فی الہند حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی رحمہ اللہ تھے۔ آپ حضرت مولانا قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ کے برادر خورد تھے، آپ کے بابرکت وجود سے برصغیر پک وہند میں علوم تجوید وقراءات کی خوب اشاعت ہوئی۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی مختصر کتاب ''فوائد مکیہ'' معروف ومتداول ہے۔ برصغیر پاک وہند میں کوئی حافظ، قاری، مجود اس سے مستغنی نہیں۔ آج ہمارے طلبہ میں سے بیشتر ایسے ہیں جو اس کتاب کو تو ضرور پڑھتے ہیں مگر صاحب کتاب سے واقفیت نہیں رکھتے۔ آئندہ کی سطور اسی تذکرے کے لیے لکھی جارہی ہیں۔

قاری مرزا بسم اللہ بیگ صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' نے شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الٰہ آبادی رحمہ اللہ کے حالات اپنی کتاب ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' میں اس طرح لکھے ہیں:

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادیؒ یہ دوسرے عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی ہیں، جن کی بدولت اُتر پردیش، بہار، اُڑیسہ اور بنگال میں تجوید وقراءت کا ذوق عام ہوا، حضرت کے والد محمد بشیر خاں صاحب قصبہ: قائم گنج، ضلع: فرخ آباد، یوپی کے رہنے والے تھے، وہاں سے کانپور آکر رہ گئے تھے۔ غدر (جنگ آزادی) میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزی حکومت نے جائیداد ضبط کر کے پریشان کیا تو ۱۲۸۳ھ میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔

ان کے تین فرزند تھے: محمد عبداللہ، محمد عبدالرحمٰن، محمد حبیب الرحمٰن۔ والد نے تینوں فرزندوں کو مکہ معظمہ میں تعلیم دِلوائی، محمد عبداللہ نے مقری ابراہیم سعد مصریؒ سے قراءاتِ عشرہ کی سند لی۔ یہ صاحب سلسلہ اور قراءت کے جید استاذ

تھے، آپ نے حسن بدیرؒ سے اور انہوں نے شیخ محمد متولی مصریؒ سے قراءاتِ متواترہ متصلہ حاصل کی تھیں۔ قراءات کے ساتھ حضرت مولانا قاری عبداللہ نے حفظِ قرآن کی تکمیل بھی کی، پھر مدرسہ صولتیہ میں شیخ التجوید مقرر ہوئے، اخیر عمر تک قرآنِ پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ درس کے علاوہ ایک گھنٹہ تجوید کی مشق کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے کہ: جب تک مزاولت نہ ہو آواز اور ادائیگی پر قابو نہیں رہتا، ہر قاری کو چاہیے کہ روزانہ کی مشق ترک نہ کرے۔

حضرت ہی سے آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے قراءاتِ عشرہ سیکھیں، اور ہندوستان واپس آکر یہاں قرات کا سلسلہ جاری کیا۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا فیض سارے عالم میں پھیلا، چالیس سال سے زیادہ قرآن مجید کی خدمت کر کے ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی، مکہ معظّمہ میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی شادی مکہ معظّمہ میں ہی ہوئی تھی، آپ کے چار صاحب زادے تھے اور ایک صاحب زادی۔ حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کے سارے ہی صاحبزادے مکہ معظّمہ ہی میں رہے اور قاری حافظ محمد احمد صاحب بہت ہی اچھے قاری، حافظ، عالم اور فقیہ تھے، بڑے ذہین و ذکی تھے، مناظرے میں یدطولیٰ حاصل تھا، جب حجاز میں نجدیوں کی حکومت قائم ہوئی اور نجدی علماء نے بعض مسائل میں علمائے اہل مکہ سے اختلاف کیا، اور بحث ومناظرے کی نوبت آئی تو ملک عبدالعزیز ابن سعود نے اپنے سامنے دونوں جانب کے علماء کو بلا کر مناظرہ کرایا، وہاں جان کا بھی خطرہ تھا، مگر علمائے اہلِ مکہ کی طرف سے قاری محمد احمد نے بحث کی، ملک عبدالعزیز آپ کی قابلیت، ذہانت اور متانت سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔

دوسرے صاحبزادے قاری حافظ محمد محمود بھی اچھے قاری تھے، دو سال ہندوستان میں: کلکتہ اور الٰہ آباد میں مقیم رہے پھر واپس چلے گئے۔

صاحب ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' لکھتے ہیں کہ: شیخ القراء حضرت مولانا قاری حافظ محمد عبدالرحمٰن صاحب مکی رحمہ اللہ تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے، حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ کے مدرسے میں مدرس ہوئے۔

کانپور کے تجار میں حضرت احمد حسن صاحب رحمہ اللہ کا بڑا اثر تھا، ایک روز آپ رحمہ اللہ نے تجار کو جمع کر کے ان سے فرمایا کہ آپ سب کو اپنی اپنی لڑکیوں کے لیے اچھے بَر کی تلاش ہے اور مدرسے کے فارغ التحصیل یا قریب الفراغ طلبہ میں بہت سے شریف بچے ہیں، تم لوگ امیر گھرانوں میں بیٹیاں دینے کے بجائے ان شریف زادوں کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتے؟ غرض اکثر تجار نے اپنی لڑکیاں بیاہ دیں، ان میں سے ایک تاجر کی لڑکی سے قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا عقد بھی ہو گیا۔

قاری صاحب رحمہ اللہ نے کانپور سے الہٰ آباد جا کر عبداللہ کے مسجد، متصل ریلوے اسٹیشن کے مدرسہ ''احیاء

العلوم'' میں کام شروع کردیا، یہاں طلباء کی تعداد چنداں زیادہ نہ تھی، اور نہ ان میں استفادے کا شوق تھا اس لیے برداشتہ خاطر ہوکر حضرت نے واپس مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ کرلیا، سفر کی تیاری مکمل ہوچکی تھی، توشہ بھی تیار ہوچکا تھا، رات گزارنی باقی تھی، صبح کی گاڑی سے روانہ ہونے والے تھے، رات کو خواب میں سرورِ کائنات، حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عبدالرحمٰن! تم ہندوستان ہی میں رہو، ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے''...... صبح ہوتے ہی حضرت نے تمام سامان کھلوادیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کردیا۔

ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگ آشنا نہ تھے، مگر حضرت نے اس کے بعد سرگرمی سے تجوید وقرأت کی نشر واشاعت کی طرف توجہ کی، رفتہ رفتہ شہرت ہوئی اور وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان سے لوگ کھینچ کر آنے لگے، حضرت کے شاگردوں کی تعداد اور ان کی جدوجہد دیکھ کر حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی خدمات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کئی سال کے بعد دو مرتبہ حج کو گئے، آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہیں ۶ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ کو انتقال ہوا۔

آپ کے ایک عقیدت مند شاگرد نے ایک قطعۂ زمین قبور کے لیے جھوائیں ٹولہ محبوب گنج لکھنؤ میں لے کر رکھا تھا، اس میں دفن کیا گیا۔ ان صاحب نے درخت و پودے لگا کر باغ بنادیا تھا: قاری محمد نذر صاحب مرحوم بھی آپ کی قبر کے پاس دفن ہوئے، عدمِ نگرانی کی وجہ سے باغ کی حالت خراب ہوگئی۔

صاحب ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' حاشیہ پر لکھتے ہیں: چند روز قبل قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ لکھنؤ گئے تھے، ان کا جی چاہا کہ اُستاذ کی قبر پر جاکر فاتحہ پڑھیں، یہ معلوم نہ تھا کہ قبر کہاں ہے؟ اس لیے (قاری) عبدالمعبود صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے جاننے والوں کو ساتھ لے لیا، صبح آٹھ بجے نکلے، یہ حضرات بھی مدت سے قبر پر نہیں گئے تھے، قاری عبدالمعبود صاحب کو یہ معلوم تھا کہ جنگل میں ہے، اسی انداز سے باہر جاکر تلاش کی، وہ قبرستان ہی نہ ملا، دن کے ۱۲ بج گئے، تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: آپ لوگوں کو بڑی زحمت ہوئی، اب آپ لوگ تشریف لے جائیں، مجھے تو جب تک قبر کا پتا نہ لگے گا گھر واپس نہ جاؤں گا، غرض پاس لحاظ سے دوسرے بھی ٹھہرے رہیں، قاری صاحبؒ نے ایک دیہاتی کو جو ادھر سے گزر رہا تھا پکارا، قاری عبدالمعبود وغیرہ ہنسنے لگے کہ حضرت! ہم لکھنؤ کے رہنے والے جب نہ بتا سکے تو یہ دیہاتی کیا بتائے گا جس نے کبھی قاری صاحبؒ کا نام بھی نہ سنا ہوگا! (قاری) حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے کہا کہ: کیا کیا جائے؟ کسی سے تو پوچھنا ہے، جب وہ دیہاتی نزدیک آیا تو قاری حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا کہ: اس نواح میں قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کی قبر ہے، کیا تم اس کا پتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں صاحب! ہم بتاتے

ہیں، میرے ساتھ آیئے غرض اس نے شہر میں آ کر اس قبرستان کو بتایا، سب نے قریب آنے کے بعد کہا کہ: ہاں! یہی قبرستان ہے، غرض سب نے فاتحہ پڑھی، باغ کی بربادی اور قبر کے اطراف بندروں کا پیخال دیکھ کر افسوس کیا اور واپس آ گئے۔ رات میں قاری حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ اُسی قبر پر بیٹھے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ: آٹھ بجے سے بارہ بجے تک گھومتے رہے تم کو ہماری قبر ہی نہ ملی! دیکھتے ہو یہاں کیا حالت ہے؟ دوسرے روز حضرت نے دوسو (روپے) اپنے ساتھیوں کو دے کر فرمایا کہ: تم لوگ درستی کا انتظام کرو، اَور رقم کی ضرورت ہوئی تو مَیں وہ بھی فراہم کردوں گا۔

یہ واقعہ قاری حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے خود مجھ سے (یعنی صاحب تذکرۂ قاریانِ ہند سے) بیان کیا۔

صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' آگے متن میں تحریر فرماتے ہیں: کانپور، الٰہ آباد اور اطراف کے شہروں میں آپ کا بہت فیض پہنچا۔ بنگال، برما، پنجاب اور کابل کے تلامذہ نے آ کر آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے شاگرد بھی بڑے مستعد نکلے، حضرتؒ سے سیکھ کر خود سرگرمِ درس وتدریس ہو گئے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا حافظہ بہت قوی تھا، شاطبیہ (لامیہ)، دُرّہ، طیبہ: یہ سب کتابیں اور قراٰتِ سبعہ وعشرہ کے اصول وفروش بہ جمیع طرق بالکل اَز بر تھے، ہر سال رمضان میں دوختم سنانے کا معمول تھا، تراویح خود ہی سے پڑھاتے تھے، تیزی کے باوجود حروف کے مخارج وصفات، حرکات وسکنات ومدود کی ادائیگی میں فرق نہ آتا، یہاں تک کہ ادنیٰ درجے کا لحنِ خفی بھی واقع نہ ہوتا۔

حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ شیخ التجوید مدرسہ دیوبند کا بیان ہے کہ ''اشراق، چاشت، تہجد، اوابین میں الگ الگ سلسلے سے قرآن مجید ختم فرماتے۔ قرآن مجید کا حفظ اس پائے کا تھا کہ ایک دوسرے شاگرد پروفیسر قاری سراج الحق کے قول کے مطابق جو خود انہوں نے مجھ (صاحب تذکرۂ قاریانِ ہند) سے بیان کیا۔ کہ: کبھی لقمہ لیتے ہم نے نہیں سنا۔ ان ہی شاگرد کا یہ بھی بیان ہے کہ: حضرتؒ نے ''شمھودش'' شہنشاہِ جنہ کو بھی جدہ میں قرآن سنایا تھا۔

مجلس میں قرآن سنانے کی فرمائش کی جاتی تو کبھی تصنع یا تکلف سے نہ پڑھتے، بہت سادگی سے سنا دیتے تھے۔ قاری سراج الحق صاحب نے مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ ۱۳۴۳ھ میں مولوی غلام مجتبیٰ جعفریؒ کے پاس قراءت کا جلسہ مقرر ہوا، جس میں قاری ابراہیم رشید بھی جو مکہ مسجد حیدر آباد کے خطیب تھے، وہ بھی شریک جلسہ تھے، ان کی باری آئی تو انہوں نے اونچی آواز سے خوب للکار کر سنایا، ان کے بعد ہی قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ سے فرمائش ہوئی، حضرت نے مقابلے کا خیال کیے بغیر نہایت سادگی کے ساتھ سنا دیا، عوام پر یہ اثر ہوا کہ قاری عبدالرحمٰن مکی سے تو ابراہیم رشید ہی نے اچھا پڑھا۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے صرف ایک لڑکی ہوئی جو بچپن میں انتقال کر گئی، اس کے بعد کوئی

اولاد نہ ہوئی۔ قاری محبوب علی صاحب رحمہ اللہ کو متبنیٰ بنایا تھا، چنانچہ کتب خانہ اور کل اثاث بیت ان ہی کے حوالے کیا۔ قاری محبوب علی صاحب رحمہ اللہ پاکستان چلے گئے، یہ مقام ''گولڑہ'' میں مقیم تھے۔

فنِ تجوید میں آپ کی اردو تالیف ''فوائد مکیہ'' اکثر نصاب میں داخل ہے، عربی میں فنِ رسم الخط عثمانی میں ''افضل الدُّرر'' تالیف کی، قصیدہ رائیہ کی ایک محققانہ شرح لکھی۔

حضرت مولانا قاری محمد حسین صاحب مالیگانوی رحمہ اللہ حضرت قاری صاحب کے مکہ مکرمہ سے ہندوستان میں تشریف آوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس فن شریف کی حفاظت کا سامان اس طرح پیدا ہوا کہ، مکہ معظّمہ میں مدرسہ صولتیہ ایک قدیم مدرسہ ہے، اس مدرسے کے شیخ التجوید حضرت مولانا حافظ قاری عبداللہ قدس سرہ تھے، حضرت موصوف کے زمانے میں یہ مدرسہ بہت عروج پر تھا، اہلِ عرب بھی اس مدرسے میں تعلیم حاصل کررہے تھے، بندہ جب مکہ معظّمہ حج کے لیے حاضر ہوا تو اس مدرسے کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور فنِ تجوید وقراءات پر گفتگو شروع ہوئی، مولانا موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مَیں اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قدس سرہ اسی مدرسہ صولتیہ میں ہم سبق تھے اور علم تجوید وقرأت حاصل کررہے تھے، حضرت مولانا حافظ قاری عبدالرحمٰن قدس سرہ یہ حضرت مولانا قاری عبداللہ قدس سرہ کے برادر خورد ہیں، حضرت مولانا سلیم اللہ نے ارشاد فرمایا: قاری صاحب! وہ گھڑی بڑی مبارک گھڑی اور وہ ساعت بڑی نورانی ساعت تھی کہ ایک رات حضرت مولانا قاری عبداللہ قدس سرہ محوِ خواب ہوتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قاری صاحب سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں: ''قاری عبداللہ! سنو! اپنے چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمٰن کو ہندوستان روانہ کردو؛ تاکہ ان کے ذریعے علمِ تجوید وقراءت کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو۔'' بیدار ہوتے ہیں تو خواب کا نقشہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ذہن میں موجود ہے، آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں اور دل میں یہ خیال موجزن کہ اپنے ادنیٰ غلام پر آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر نوازش بیکراں کہ اپنی زبان مبارک سے میرا نام لے کر ارشاد فرماتے ہیں: قاری عبداللہ! اس بشارت عظمیٰ پر جس قدر بھی فخر کروں کم ہے، فوراً اپنے بھائی قاری عبدالرحمٰن کو بلوا کر فرمایا کہ گنبد خضراء میں آرام فرمانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تمہارا نام لے کر بشارت دی ہے کہ اپنے بھائی کو علمِ تجوید وقراءت کی اشاعت کے لیے ہندوستان روانہ کرو، حضرت قاری عبدالرحمٰن قدس سرہ پر اس بشارت کو سن کر عجیب کیفیت طاری ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس غلام کا نام لے کر بشارت دی۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس پر یہ حالت گزری ہو۔

غرض حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن قدس سرہ بہ طیبِ خاطر مکہ معظّمہ سے ہندوستان تشریف لائے، اور فنِ تجوید و

قراءت کی اشاعت میں کوشش شروع کردی۔ ابتداء میں اس فن کی طرف عوام تو عوام، خواص نے بھی کوئی توجہ نہیں کی، لیکن بالآخر تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق آنے شروع ہوگئے، اور حضرت قاری صاحب موصوف نے اپنی تمام صلاحیتیں اس کام کی تکمیل کے لیے صَرف کردیں، اور خدمتِ قرآن کو اپنی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ بنالیا۔ بنابریں طلباء علماء کی یہ حالت تھی کہ جماعتیں اس شیخ القراء کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہونے لگیں اور ماشاء اللہ ہزاروں علماء وحفاظ نے اس سرچشمۂ تجوید وقراءت سے اپنی پیاس بجھائی۔

آج بھی تجوید وقراءت کا جابجا جو چرچا نظر آتا ہے، وہ سب حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قدس سرہ اور ان کے تلامذہ کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ حضرت الاستاذ قاری صاحب قبلہ نے اپنی زندگی میں اس فن کے ایسے رجال پیدا کردیے کہ تاریخ اس صدی میں ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور آج ہندوستان و پاکستان کی کوئی ایسی دینی درسگاہ نہیں ہے جس کی کیاریوں میں حضرت الاستاذ مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قدس سرہ کے سرچشمۂ تجوید وقرأت کی لہریں نہ پہنچ رہی ہوں، نیز اس وقت شاید ہی کوئی ممتاز اہلِ فن، قاریٔ سبعہ وعشرہ ایسا ہو جس کا سلسلہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الہٰ آبادی رحمہ اللہ تک نہ پہنچتا ہو۔ آپ کے معروف تلامذہ میں مولانا قاری ضیاء الدین احمد الہٰ آبادی، مولانا قاری عبدالوحید الہٰ آبادی، مولانا قاری عبدالخالق علی گڑھی، مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھی، مولانا قاری حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی، مولانا قاری عبدالمعبود، مولانا قاری محمد کامل، مولانا قاری محبّ الدین الہٰ آبادی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ان حضرات نے اپنے استاذ کے قرآنی فیض کو عام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سینکڑوں نیک بخت ان کے شاگرد ہوئے اور انہوں نے اپنے اساتذہ کے فیض کو پورے برصغیر میں عام کیا۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی دو تالیفات معروف ہیں:

(۱)...... ''افضل الدرر شرح عقیلہ فی الرسم لابی القاسم الشاطبی۔ یہ عقیلہ کی بے نظیر محققانہ اور جامع شرح ہے۔ حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اسہل الموارد'' میں لکھتے ہیں کہ: ''حق یہ ہے کہ ایسے مشکل قصیدے کا اس طرح حل کردینا کہ مجھ جیسا ناواقف بھی آسانی سے مطلب سمجھ لے آپ ہی کا حصہ تھا''

(۲)...... ''فوائد مکیہ'' یہ حضرت قاری صاحب کی فن تجوید پر دوسری جامع ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب روایت حفص میں تجوید ووقف کے قواعد اور رسم عثمانی اور خوش آوازی کے فوائد پر مشتمل ہے۔ فوائد مکیہ کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے، اور آج ہر مدرسے میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

☆☆☆